دل کی بات مدیر

امن وامان، طالبان مذاکرات اور تحفظِ پاکستان آرڈی نینس

امن وامان کا مسئلہ پاکستان میں ایک سنگین صورت اختیار کر چکا ہے۔ سابق اور موجودہ حکمرانوں کی غلط پالیسیوں اور نام نہاد حکمت عملیوں نے وطنِ عزیز کو ہر اعتبار سے تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے۔ یوں تو گزشتہ پچیس تیس برس سے پاکستان دہشت گردی کی زد میں ہے۔ لیکن حالیہ محرم الحرام میں تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی کے سانحہ میں معصوم طلباء کے قتلِ عام سے شروع ہونے والی بدترین دہشت گردی رکنے میں نہیں آ رہی بلکہ اس میں شدید اضافہ ہو رہا ہے۔ گزشتہ ماہ راولپنڈی کے عسکری علاقے آر۔ اے بازار، پشاور، بنوں، ہنگو اور کوئٹہ میں مسلسل بم دھماکوں میں فوج، پولیس، رینجرز اہل کار اور عام شہری درجنوں کی تعداد میں جاں بحق ہوئے۔ کراچی کا معاملہ بالکل مختلف ہے، جہاں پندرہ سے بیس افراد کا قتل روز کا معمول ہے۔ خصوصاً علماء اور دینی وضع قطع کے حامل افراد ٹارگٹ کیے جا رہے ہیں۔ اور اب پنجاب میں بھی ٹارگٹ کلنگ دہشت گردی بڑھ رہی ہے۔ غرض پورے ملک پر دہشت وحشت کے عفریت نے اپنے خونخوار اور سفاک پنجے گاڑ رکھے ہیں۔

حکمرانوں کی غیر سنجیدگی کا اندازہ اسی سے لگا لیجیے کہ دہشت گردی کے ہر واقعے کو طالبان سے جوڑنا اور خودکش حملہ قرار دینا ان کا معمول بن گیا ہے۔ گزشتہ دنوں پشاور کے تبلیغی مرکز میں ہونے والے بم دھماکے کو بھی طالبان سے جوڑا گیا لیکن طالبان کی طرف سے تردید اور مذمت کے بعد اربابِ اختیار نے چپ سادھ لی۔ اُدھر طالبان کے ترجمان شاہد اللہ شاہد نے اپنے بیان میں واضح طور پر کہا کہ ہمارے اہداف سیکورٹی فورسز ہیں۔ عام شہریوں پر حملے ہم نہیں کوئی اور کر رہا ہے۔ چند ماہ قبل منعقد ہونے والی اے پی سی میں عسکری قیادت نے سیاست دانوں کو بریفنگ دیتے ہوئے بتایا تھا کہ طالبان کے ۳۵ سے ۶۵ گروپ ہیں۔ سوال ہے کہ یہ گروپ کس نے بنائے اور اس نرسری کی افزائش کون کرتا رہا ہے؟ دسمبر ۱۹۷۹ء میں روس کے افغانستان پر قبضے کے بعد ۱۹۸۹ء تک روس کے خلاف جنگ، مسلمان تو جہاد سمجھ کر ہی لڑ رہے تھے حد یہ ہے کہ امریکہ نے بھی اپنے مفادات کے لیے اُسے جہاد قرار دیا۔ اور پاکستان نے بھی امریکی وفاداری میں افغان جنگ کو جہادِ عظیم قرار دے کر اس میں بھرپور حصہ لیا۔ پھر طالبان آ گئے ...... امریکہ انہیں شیشے میں اتارنے کی سرتوڑ کوشش کے باوجود ناکام رہا اور طالبان کو اپنے طاغوتی ایجنڈے پر نہ لا سکا۔ پھر یہ جہاد امریکہ کے نزدیک دہشت گردی قرار پایا۔ امریکہ اپنے اتحادیوں سمیت افغانستان پر چڑھ دوڑا، پاکستان کے بدترین آمر جنرل پرویز مشرف نے ایک فون کال پر دہشت گردی کے خلاف نام نہاد امریکی جنگ میں پاکستان کو فرنٹ لائن سٹیٹ بنا دیا۔ سب سے پہلے پاکستان کا نعرہ لگا کر پاکستان کے نظریاتی تشخص کو بری طرح پامال کیا۔ دینی قوتوں کو نہایت بے دردی سے لتاڑا، پچھاڑا اور ظلم وستم کا نشانہ بنایا۔ جس کے ردّعمل میں پاکستان میں بھی تحریک طالبان کے نام سے ایک تنظیم سرگرم ہوئی۔ پھر اس کے کئی گروپ بن گئے۔

امریکہ نے افغان طالبان سے مذاکرات کی بات کی تو پاکستانی حکمرانوں نے بھی مذاکرات کا شور مچانا شروع کر دیا۔ سوال یہ ہے کہ امریکہ تو مذاکرات کا جال بچھا کر اپنے مفادات کا تحفظ کرنا چاہتا ہے، مگر ہم کس کی خاطر اس شیطانی اور خونی کھیل میں شریک ہیں؟ حکومت کی غیر سنجیدگی اور دوغلی حکمتِ عملی کا یہ عالم ہے کہ ایک طرف تو مولانا فضل الرحمٰن، سید منوّر حسن، عمران خان اور مولانا سمیع الحق کو طالبان سے مذاکرات کی ذمے داریاں سونپتی ہے تو دوسری طرف وزیرستان میں فوجی آپریشن شروع کر دیتی ہے۔ نواز حکومت اس مسئلے

میں تذبذب کا شکار ہے۔ امریکی ''ڈومور'' کا مطالبہ شدید سے شدید تر ہوتا چلا جا رہا ہے اور حکمران اس کے سامنے بے بس اور مجبورِ محض ہیں۔ وطنِ عزیز میں لسانی، علاقائی اور فرقہ وارانہ تعصّبات کی آگ بھڑکا کر قتل وغارت گری کا بازار گرم کرنا عالمی طاغوت امریکہ اور اس کے اتحادیوں کا ایجنڈہ ہے۔ پاکستان میں عراق اور شام جیسے حالات پیدا کیے جا رہے ہیں۔ جنگ، داخلی ہو یا خارجی، مسائل کا حل نہیں۔ آخر کار مذاکرات پر ہی فیصلے ہوتے ہیں۔ پاک بھارت دونوں جنگوں کا اختتام تاشقند اور شملہ مذاکرات پر ہی منتج ہوا تھا۔

ن لیگ کی پارلیمانی پارٹی کی اکثریت نے طالبان کے خلاف آپریشن کی حمایت کر دی ہے۔ حکومت ذہنی طور پر وزیرستان آپریشن کی تیاری کر چکی ہے۔ طریقہ کار طے کرنا باقی ہے۔ فضائی ٹارگٹڈ حملے جاری ہیں، وزیرستان اور دیگر قبائلی علاقوں سے آبادی کی نقل مکانی جاری ہے۔ امریکہ اور پاکستان کے درمیان حالیہ سٹریٹیجک معاہدے نے فضا بالکل بدل دی ہے۔ امریکی وزیرِ خارجہ جان کیری نواز حکومت سے بہت خوش ہیں اور ڈرون حملے بھی فی الحال عارضی طور پر رُکے ہوئے ہیں۔ اب ڈرون کا کام ہم خود کرنے جا رہے ہیں۔ یہی امریکہ کی خواہش ہے جس کی تعمیل میں حکمران سرنگوں ہیں۔ اس صورتِ حال کا نتیجہ بہر حال تباہی و بربادی ہے جو ہر محبِّ وطن پاکستانی کے لیے تشویش کا باعث ہے۔ حکمران سنجیدگی کا مظاہرہ کریں، تمام سیاسی و دینی جماعتوں سے مشاورت کے بعد متفقہ مؤقف کو پارلیمینٹ میں لائیں۔ اے پی سی کے فیصلوں پر عمل درآمد اور بات چیت کے ذریعے ان مسائل کو حل کریں۔

حکومت کی طرف سے ''تحفظ پاکستان آرڈیننس'' کے عنوان سے ایک قانون جاری کیا جا رہا ہے۔ صدرِ مملکت ممنون حسین نے اس کے مسودے پر دستخط بھی کر دیے ہیں۔ اس قانون کے تحت کسی بھی شخص کو کسی بھی وقت، کسی بھی الزام میں، بغیر وجہ بتائے گرفتار کیا جا سکے گا۔ اور اسے ملک کی شہریت سے بھی محروم کیا جا سکے گا، لاپتہ افراد کی حراست بھی قانونی تصور ہوگی۔ موجودہ عدالتوں کے مقابلے میں خصوصی عدالتیں قائم کی جائیں گی جن میں محض ایجنسیوں کی رپورٹس کی بنیاد پر ملزم کے خلاف کارروائی کی جائے گی۔

پیپلز پارٹی، تحریکِ انصاف، عوامی نیشنل پارٹی، جے یو آئی، جماعتِ اسلامی، مجلس احرارِ اسلام، پاکستان بار کونسل اور دیگر قومی حلقوں نے اس آرڈیننس کو مسترد کرتے ہوئے اسے آئین سے متصادم کالا قانون قرار دیا ہے۔ آرڈیننس میں پولیس کے اختیارات، رینجرز اور آرمڈ فورسز کو دیے جا رہے ہیں۔ ملک پولیس اسٹیٹ بن جائے گا اور سویلین مارشل لاء کا راج ہوگا۔ یہ عوام اور فوج کو لڑانے کی سازش ہے۔ موجودہ عدلیہ کے مقابلے میں مزید خصوصی عدالتوں کا قیام اور ان کے ذریعے من پسند اور مطلوبہ فیصلوں کا حصول انصاف کا قتل اور عدلیہ پر عدمِ اعتماد کا موجب بنے گا۔

اپوزیشن جماعتوں کا مؤقف ہے کہ موجودہ حکومت اس قانون کو اپنے مخالفین کے خلاف استعمال کرے گی۔ وکلاء تنظیموں نے تحفظ پاکستان آرڈیننس کو یکسر مسترد کرتے ہوئے اس کے خلاف احتجاج اور قانونی کارروائی کا اعلان کیا ہے۔ ۲۷؍ جنوری کو لال مسجد کے وکیل طارق اسد ایڈووکیٹ اور لاپتہ افراد کے وکیل لیفٹیننٹ کرنل (ر) انعام الرحیم ایڈووکیٹ نے مشترکہ طور پر سپریم کورٹ میں ایک درخواست کے ذریعے استدعا کی ہے کہ آئین سے متصادم اور انسانی حقوق کے خلاف ہونے کی وجہ سے اس قانون کو غلط قرار دیا جائے۔

ہر دور میں حکمرانوں نے اپنے اقتدار کے دوام کے لیے ایسے غیر دانش مندانہ فیصلے اور اقدامات کیے ہیں۔ جس کا خمیازہ قوم کو بھی بھگتنا پڑا اور خود حکمرانوں کو بھی۔ حالات کبھی ایک جیسے نہیں رہتے، وزیرِ اعظم نواز شریف صاحب کو اس کا خوب اندازہ ہے۔ ہماری گزارش ہے کہ وہ اقتدار کے نشے میں اتنا آگے نہ جائیں اور ایسے غیر آئینی اقدامات سے گریز کریں۔ ایسا نہ ہو کہ کل یہی قانون اُن کے لیے بھی حرکت میں آجائے۔